QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

قیامِ امن میں مذہب کا کردار: معاون یا رکاوٹ؟ عصرِ حاضر کے تناظر میں ایک تجزیاتی مطالعہ

The Role of Religion in Establishing Peace: Facilitator or Obstruction? An Analytical Study in the Contemporary Context

Muhammad Rashid Ali Awaisi
Doctoral Candidate, Dept. of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur
Email: rashidaliawaisi786@gmail.com
Dr. Abul Hassan Shabbir Ahmad
Ex-Chairman, Dept. of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur

Submission Date: 05 Mar 2026
Review Date: 10 Mar 2026
Acceptance Date: 15 March 2026
Publication Date: 25 Mar 2026

Article Link: https://alamir.com.pk/index.php/ojs/article/view/310

Abstract

The question of global peace has become one of the most critical issues of the contemporary world, particularly in an age marked by technological advancement, globalization, ideological polarization, and the proliferation of destructive weapons. In this context, religion is often debated either as a source of peace and harmony or as a cause of conflict and instability. This study critically examines the role of religion, especially Islam, in the establishment of global peace and social coexistence. It argues that religion in its authentic form is not a barrier to peace; rather, the misuse of religion, political interests, racial superiority, economic exploitation, and forced ideological domination are the actual causes of violence and disorder in human societies. The article highlights the Islamic concept of peace through Qur'ānic teachings, Prophetic traditions, and historical examples from the life of the Holy Prophet Muhammad ﷺ and the Rightly Guided Caliphs. Islam presents peace, justice, equality, tolerance, and mutual respect as fundamental principles for human interaction. The study discusses key factors that disturb global peace, including the forced imposition of beliefs and cultures, unlawful occupation of land and resources, and discriminatory attitudes based on race, ethnicity, nationality, or language. It further explains how Islam strongly condemns coercion in matters of faith, economic injustice, imperialism, and racial discrimination. The research also analyzes important historical models such as the Charter of Madinah, the Treaty of Najran, and the Prophet's ﷺ teachings on human equality and coexistence. These examples demonstrate that Islam established a practical system of religious freedom, social justice, and peaceful coexistence centuries before the emergence of modern human rights discourse. The study concludes that sustainable global peace can only be achieved through justice, equality, tolerance, and respect for human dignity, values that are strongly emphasized in Islamic teachings and remain highly relevant in the modern globalized world.

Keywords: Religion, Global Peace, Islam, Religious Tolerance, Peaceful Coexistence

HEC
DOAJ
Australian Islamic Library
Academic Resource Index ResearchBib
Journament
CiteFactor
اردو جرائد
Eoi Electronic Object Identifier
I2OR
Cosmos

تعارف و اہمیت

امنِ عالم کا مسئلہ موجودہ دور میں ان اہم ترین مسائل میں سے ایک ہے جو تمام انسانیت کے لئے بہت اہمیت کے حامل ہیں، کیونکہ عمومی تباہی پھیلانے والے وہ ہتھیار جنہیں بڑی عالمی قوتوں نے تیار کر رکھا ہے، کرۂِ ارض کو متعدد بار تباہ و برباد کرنے کے لئے کافی ہیں۔ یہ صورتحال اس وقت بہت خطرناک ہو جاتی ہے جب ہم بڑے بڑے ممالک کی بعض غیر ذمہ دار شخصیات اوراصحابِ علم و دانش کو اقوام اور تہذیبوں کو یہ الٹی میٹم دیتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ :"تہذیبوں کے درمیان ایک عالمگیر تصادم ہونے والا ہے[1] "جو اگر خدانخواستہ وقوع پذیر ہو گیا تو انسانیت نے کئی صدیوں کی جدوجہد سے جو ترقی وخوشحالی اور علم و معرفت کی دیا جلائی ہے اس کا خاتمہ ہو کر رہ جائے گا۔ اس لئے امنِ عالم کی جو اس وقت ضرورت ہے شاید وہ کبھی نہیں تھی۔

عصرِ حاضر میں امنِ عالم کی اس لئے بھی ضرورت ہے کہ آج کا دور سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی کا دور ہے۔ سائنسی ایجادات نے دنیا کے فاصلوں کو سمیٹ کر اسے ایک عالمی قریہ (Globle Village) بنا دیا ہے۔ آج مغرب کی خبر مشرق اور مشرق کی خبر مغرب میں پہنچنے میں دیر نہیں لگتی، بلکہ کیبل اور انٹرنیٹ سسٹم کے تحت براہِ راست اہم واقعات کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ آج مغرب کے بہت سارے مفاد مشرق میں اور مشرق کے بہت سارے مفاد مغرب میں ہیں۔ مغرب مشرق کے اور مشرق مغرب کے حالات سے متأثر ہو رہا ہے۔ آج ایسا کوئی بڑا شہر نہیں رہا جہاں مختلف رنگ، نسل، زبان، مذہب اور تہذیب کے لوگ نہ رہتے ہوں اور یہ ممکن بھی نہیں رہا۔ اس لئے اب اقوامِ عالم ایک دوسرے سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتیں۔ اس لئے اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ وہ آپس میں پر امن طریقے سے مل جل کر رہیں۔ نسلی، لونی، لسانی، وطنی اور مذہبی اختلاف کو کائناتی فطری اختلاف کی طرح سمجھ کر برداشت کریں۔ اور اقوامِ عالم میں جو مشترکہ نکات ہیں ان کو تلاش کر کے ان پر جمع ہونے کی کوشش کریں۔ اور امنِ عالم میں رخنہ ڈالنے والے اور فساد و بگاڑ پیدا کرنے والے اسباب تلاش کر کے ان کو دور کریں اور پر امن بقائے باہم (Peaceful Co- existence) کا فارمولا اپنائیں تاکہ وہ اس جدید گلوبل ویلیج میں آپس میں امن و آشتی سے رہ سکیں۔

اسلام کا مشن:

اسلام کا تو مشن ہی یہ ہے کہ دنیا کو عدل و امن سے بھر دے[2] جیسا کہ اس کے نام اسلام سے واضح ہے، جس کے معنی ہیں امن و سلامتی۔ اس لئے اسلام ہر ایسی کوشش کی تائید کرتا ہے جو امنِ عالم کے لئے کی جائے اور وہ ہر اس عمل سے نفرت کرتا ہے، جو دنیا میں فتنہ و فساد پیدا کرے، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے." وَاللّٰهُ يَدْعُو إِلَى دَارِ السَّلاَمِ [3]" اور الله امن و سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے" يَهْدِي بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلاَمِ '[4] جو خدا کی رضا چاہتے ہیں وہ انہیں بذریعہ قرآن سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے" الله تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ واضح ہدایت دی ہے کہ اسے امن و صلح پسند ہے، فتنہ وفساد پسند نہیں :"وَالصُّلْحُ خَيْرٌ" [5]" صلح سب سے بہتر ہے" " وَاللّٰهُ لاَ يُحِبُّ الفَسَادَ" [6]"اور الله فساد کو پسند نہیں کرتا" وَلاَ تَعْثَوْا فِي الأَرْضِ مُفْسِدِينَ "[7] " اور زمین پر فساد پھیلانے والے بن کر مت پھرو"

اسلام نے تو مؤمنوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جب آپس میں ملو تو ایک دوسرے کا ان الفاظ سے استقبال کرو: السلام علیکم "تم پر سلامتی ہو" یعنی تمہاری جان، مال اور عزت ہم سے محفوظ ہے۔ اور آپ ﷺ نے ایک روایت میں مسلم کی تشریح یہ فرمائی: المسلم من سلم الناس من لسانه ويده والمؤمن من أمنه الناس على دمائهم وأموالهم" [8] کامل مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے

انسانیت محفوظ رہے اور اصل مؤمن تو وہ ہے جس سے لوگوں کی جانیں اور مال محفوظ رہے" اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام امن و آشتی کا کتنا خواہاں ہے۔ اب ہم ان اسباب کا جائزہ لیتے ہیں جو امنِ عالم میں خلل ڈالتے ہیں:

عالمی امن میں خلل ڈالنے والے اسباب:

یہ ایک فطری اور عقلی بات ہے کہ اگر کسی برائی کا قلع قمع کرنا ہے تو اس کے اسباب تلاش کر کے انہیں ختم کیا جائے، تو وہ برائی از خود ختم ہو جائے گی۔ دین اسلام کا طریقہ یہ ہی ہے کہ وہ نہ صرف برائی سے بچنے کی تاکید کرتا ہے بلکہ اس کے اسباب کے سدِباب کا حکم دیتا ہے تاکہ نہ رہیں اسباب اور نہ رہے برائی۔

قرآن و سنت کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ عالمی امن میں فساد و بگاڑ پیدا کرنے والے اہم اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اپنا عقیدہ، مذہب، نظامِ فکر، سیاسی و معاشی پالیسیاں، اپنی تہذیب اور اپنا کلچر دوسروں پر جبری طور پر مسلط کرنا

۲۔ دوسروں کے مال، معاشی وسائل اور سرزمین پر ناجائز طور پر قبضہ کرنا

۳۔ عدم مساوات: مثلاً کسی قوم یا گروہ کا رنگ، نسل، زبان یا وطنیت کی بنیاد پر اپنے آپ کو برتر اور دوسروں کو کمتر سمجھنا اور پھر عملی طور پر ان کے ساتھ امتیازی سلوک ((Discrimination برتنا۔

یہ وہ اسباب ہیں جو انسانی سماج یا اقوامِ عالم میں نفرت، دشمنی، لڑائی جھگڑے اور فتنے و فساد و خونریزی کا سبب بنتے ہیں، جن کی وجہ سے ملکی یا بین الاقوامی طور پر بدامنی پھیلتی ہے، امن و سکون برباد ہوتا ہے اور بے سکونی و بے چینی اپنے ڈیرے ڈال دیتی ہے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام اس حوالے سے کیا تعلیم دیتا ہے اور پیغمبرِ اسلام ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے اس سلسلے میں اپنی کونسی عملی مثالیں چھوڑی ہیں؟

1۔ اپنا عقیدہ، مذہب، نظامِ فکر، سیاسی و معاشی پالیسیاں، اپنی تہذیب اور اپنا کلچر دوسروں پر جبری طور پر مسلط کرنا۔

اسلام اس حوالے سے بہت صاف اور واضح موقف رکھتا ہے، کہ کسی بھی شخص یا ریاست کو یہ حق نہیں کہ وہ اس معاملے میں دوسروں پر جبر کرے۔ اور اسلام پہلا مذہب ہے جس نے اس طرزِ فکر و طرزِ عمل کو فتنہ قرار دیا اور اس فتنے کو قتل و خونریزی سے زیادہ بھیانک قرار دیا۔[9] چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے :"والفتنة أشد من القتل" [10]"اور فتنہ تو قتل سے بھی سخت تر ہے" یعنی لوگوں کو عقیدے، مذہب، سوچ و فکر کی آزادی نہ دینا، ان پر جبری طور پر اپنا طرزِ فکر و طرزِ حیات نافذ کرنا، ایک بہت بڑا فتنہ ہے جو قتل و خونریزی سے بڑھ کر خطرناک ہے۔

اسلام سے پہلے کی صورتحال اور اسلام کی اصلاح:

اسلام سے پہلے قدیم انسانی سماج بنیادی طور پر متعصب اور غیر رواداری تھا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد ابتدائی تین صدیوں تک یہودی اور عیسائی صرف اعتقادی اختلاف کی بنیاد پر ایک دوسرے کے دشمن بنے رہے۔ پہلے یہودیوں نے مسیحی حضرات کو اپنے ظلم کا نشانہ بنایا، اس کے بعد جب مسیحی حضرات کو اقتدار ملا تو انھوں نے یہودیوں سے جارحانہ انداز میں انتقام لینا شروع کیا۔[11] آنحضرت ﷺ کی بعثت کے ابتدائی دور میں جب فارس کی آتش پرست حکومت نے رومی علاقوں پر قبضہ کیا تھا، تو قبضہ کرنے کے بعد انھوں نے مسیحیت کو مٹانے کے لئے شدید ترین مظالم شروع کئے۔ مذہبی شعائر کی توہین کی گئی، گرجاگھر مسمار کر دیئے گئے، قریباً ایک لاکھ عیسائیوں کو بے گناہ قتل کر دیا گیا۔ ہر جگہ آتشکدے تعمیر کئے گئے اور مسیح علیہ السلام کے بجائے آگ اور سورج کی جبری پرستش کو رواج دیا

گیا۔ مقدس صلیب کی اصلی لکڑی، جس کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ اس پر مسیح علیہ السلام نے جان دی تھی، وہ چھین کر مدائن پہنچا دی گئی۔ اسی صورتحال میں جب ہرقل قیصر روم نے شہنشاہِ ایران خسرو پرویز کو صلح کی پیشکش کی تو خسرو نے جو جواب دیا تھا، اس سے اس کی متعصبانہ اور غیر روادارانہ سوچ کی عکاسی ہوتی ہے:

"مجھ کو یہ نہیں، بلکہ خود ہرقل زنجیروں میں بندھا ہوا میرے تخت کے نیچے چاہیے، میں رومی حکمران سے اس وقت تک صلح نہیں کروں گا، جب تک وہ صلیبی خدا کو چھوڑ کر ہمارے سورج دیوتا کی پرستش نہ کرے[12]"

یہ ہی صورتحال اہلِ مکہ کی تھی کہ وہ کسی کو مذہبی اور فکری آزادی نہیں دیتے تھے، وہ اپنے آبائی مذہب ترک کرنے والوں کی زندگی تنگ کر دیتے تھے، چناچہ اہلِ مکہ نے حضرت یاسرؓ اور اس کی بیوی سمیہؓ کو تبدیلیٔ دین یعنی اسلام قبول کرنے کی وجہ سے وحشیانہ انداز سے شہید کر دیا۔ اور حضرت بلالؓ، یاسرؓ، خبابؓ، خبیبؓ اور دوسرے صحابۂ کرامؓ کو جسمانی، ذہنی اور ہر طرح کی اذیتیں دیں۔ نبی کریم ﷺ اور اس کے صحابہ کرامؓ کی زندگیاں تلخ کر دیں۔ آپ ﷺ اور ان کے خاندان اور ہمدردوں کا سماجی بائیکاٹ کیا گیا اور مسلمانوں کو اتنا تنگ کیا گیا کہ بالآخر انہیں مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنی پڑی۔ لیکن پھر بھی اہلِ مکہ نے حبش اور مدینہ تک ان کا پیچھا کیا اور ان سے بدر، احد اور خندق کی معرکہ آرائیاں کیں، یہاں تک کہ "صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی انھوں نے اپنی اس تنگ نظری کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ شرط رکھی کہ ہمارا جو بھی شخص مسلمان ہو کر تمہارے پاس مدینہ منورہ میں آئے گا آپ اسے واپس کریں گے[13]"

دینِ اسلام، چونکہ اس کا دعوی ہے کہ وہ کائناتی اور آخری الہامی دین ہے، اس لئے اس نے اس حوالے سے کائناتی اور انقلابی تعلیمات دیں۔ اقوامِ عالم کی غیر روادانہ اور متعصبانہ سوچ کے برعکس اسلام نے مذہبی رواداری اور بین الاقوامی ہم آہنگی کا درس دیتے ہوئے اپنی واضح ہدایات دیں؛ کہ عقیدہ، مذہب، فکر اور تہذیب کے حوالے سے ہر شخص کو آزادی حاصل ہونی چاہیے، کوئی کسی پر جبر و اکراہ نہ کرے، چناچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔" لاَ إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ" [14]" دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے، صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے" فَمَن شَاء فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاء فَلْيَكْفُرْ[15]۔ جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر اختیار کر "اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں اپنے پیغمبر ﷺ کی زبانی یہ اعلان کرایا: " لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ " [16] تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین" اور نبی کریم ﷺ کے واسطے سے مسلمانوں کو عقیدے و مذہب کے سلسلے میں جبر و اکراہ سے قطعی طور پر ممانعت کرتے ہوئے فرمایا: " أَفَأَنتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُواْ مُؤْمِنِينَ "[17]" کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ مؤمن بن جائیں؟ یعنی آپ کو یہ ہرگز اجازت نہیں"

اصل بات یہ ہے کہ عقیدہ، مذہب، نظامِ فکر، تہذیب و تمدن یا تو انسانوں کو ورثے میں ملتے ہیں یا وہ خود اپنے علم، عقل، فہم، تجربے اور مشاہدے کے نتیجے میں اختیار کرتے ہیں، اس لئے اگر ان معاملات میں لوگوں پر جبر کیا گیا تو ایک طرف تو ان کی فطری آزادی میں مداخلت ہوگی تو دوسری طرف جبری طور پر درآمد کئے ہوئے مذہب و فکر کو وہ دل سے قبول نہیں کریں گے، جس کے نتیجے میں مزاحمت ہوگی، اور اس کا بالآخر انجام فتنہ، فساد، خونریزی اور بدامنی ہوگا۔

اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے، اس لئے وہ انسان کے فطری تقاضوں کا خیال رکھتا ہے، اس لئے اس معاملے میں جبر و اکراہ کی اجازت نہیں دیتا۔ البتہ اسلام اس بات پر ضرور زور دیتا ہے کہ سچ ایک ہی ہوتا ہے اس لئے سچ کی دعوت حکمت و موعظۃِ حسنہ کے ساتھ ضرور دی جائے، پھر لوگوں کا اختیار ہے چاہیں تو اسے قبول کریں، چاہیں تو نہ کریں۔

اسلام مختلف معاشروں میں رواداری فضا قائم کرنا چاہتا ہے، اسلام چاہتا ہے کہ لوگوں کے سماجی تعلقات خراب نہ ہوں، وہ باہمی پیار، محبت و الفت کے ساتھ رہیں، اس لئے وہ ایک دوسرے کے عقیدے، مذہب اور مذہبی شخصیات کے احترام کا درس دیتا ہے اور ایسے رویے اور طرزِ عمل سے روکتا ہے جس سے مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان نفرت و عداوت کی فضا قائم ہو، اور عالمی امن خطرے میں پڑے۔ اس لئے وہ اپنے ماننے والوں کو دوسرے مذاہب والوں یا ان کے مذہبی رہنمائوں کے خلاف ناشائستہ زبان بولنے (Abusive language) سے روکتا ہے، کیونکہ اس میں ایک تو ناشائستگی ہے تو دوسری طرف مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے مابین ٹکراؤ کا امکان ہے، جس کی وجہ سے دھرتی پر فساد کھڑا ہو سکتا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ولاتسبوا الذین یدعون من دون االله فیسبوا االله عدوًا بغیر علم"[18] یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں ان کو برا بھلا مت کہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ حد سے گزر کر جہالت کی بنا پر اللہ کو برا بھلا کہنے نہ لگیں"

پیغمبرِ اسلام ﷺ اور خلفاءراشدین رضی اللہ عنھم نے ملکی اور عالمی امن کے حوالے سے جو کوششیں کی تھیں ہم اس کی چند مثالیں ذکر کرتے ہیں:

میثاقِ مدینہ

آپ ﷺ نے مدینہ منورہ آمد کے موقع پر ملک میں امن و امان کی فضا قائم کرنے، ملکی استحکام اور بقائے باہمی کیلئے یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان ایک معاہدہ کیا تھا جو میثاقِ مدینہ (Charter of Madina) کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے مندرجات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عالمی امن وامان، انسانی احترام، مساوات، ایک دوسرے کی خیر خواہی، بقائے باہمی اور رواداری کی اعلیٰ مثال ہے، اس میں دیگر امور کے ساتھ:

> "ہر فریق کو مذہبی آزادی، اور اندرونی خود مختاری کا حق دیا گیا تھا، اور یہ طے پایا تھا کہ کسی بھی فریق کو دوسروں کی جان، مال، عزت اور مذہبی معاملات میں مداخلت کی اجازت نہیں ہوگی، ہر فریق اپنے مذہب اور داخلی معاملات میں آزاد و خود مختار ہوگا، ریاست دشمنوں کو کوئی بھی پناہ نہیں دے گا، بیرونی قوتوں کی طرف سے مدینہ منورہ پر حملے کی صورت میں سارے فریق مل کر اس کا دفاع کریں گے ۔ معاہدے کے کسی فریق پر کسی بیرونی دشمن نے حملہ کیا تو سارے مل کر اس کا دفاع کریں گے، معاہدے کا جو بھی فریق مظلوم ہو گا بلا تفریق اس کی مدد کی جائے گی، اور معاہدے کا ہر فریق دوسروں کا خیر خواہ رہے گا[19]"

اس حوالے سے مسلمانوں کو ہدایت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: "یاد رکھو! جس نے مُعاہِد پر ظلم کیا، اس کا نقصان کیا، یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالا یا اس سے کوئی چیز زبردستی لی، تو میں اس کے خلاف قیامت کے دن مقدمہ لڑوں گا[20] " اور یہ بھی فرمایا کہ :"جس نے کسی معاہِد کو قتل کیا، جس کے تحفظ کا ذمہ اللہ ورسول ﷺ پر ہے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ اور جنت کی خوشبو ستر سال کی مسافت سے آتی ہے[21]"

ملکی اور بین الاقوامی سلامتی، امن و امان، مذہبی رواداری، اور بقائے باہمی کے حوالے سے آپ ﷺ کا یہ معاہدہ اپنی مثال آپ ہے، آپ ﷺ سے پہلے کی انسانی تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

"یہ وہ تحریری معاہدہ تھا جس کی بدولت آپ ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پہلے ایک ایسا ضابطۂ انسانی معاشرہ میں قائم کیا جس سے شرکائے معاہدہ میں ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدے و مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہوا اور انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی۔ یہودیوں کے ساتھ رواداری، آزادی، اور ان کے حقوق کے تحفظ کی تاریخ ساز دستاویز اور اس کی دفعات اپنی حقیقت پر آپ گواہ ہیں۔ مذہبی رواداری، امن و سلامتی، آزادی اور انصاف کا ہر جوہر اس میں موجود ہے۔[22]"

معاہدہ نجران:

آپ ﷺ نے ملکی اور عالمی امن کے حوالے سے جو کوششیں کی تھیں، اس کا ایک اور ثبوت نجران کے عیسائیوں کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ ہے۔ نجران کے عیسائیوں کے لئے آپ ﷺ نے جو معاہدہ لکھوایا تھا اس کے الفاظ کچھ اس طرح تھے: "نجران اور اس کے آس پاس کے عیسائیوں کو ان کی جان، مال اور مذہب کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ضمانت دی جاتی ہے۔ یہ ضمانت جو موجود ہیں ان کے لئے بھی ہے اور جو آنے والے ہیں ان کے لئے بھی ہے۔ نہ ان کے منصبی فرائض کی ادائگی میں مزاحمت کی جائے گی اور نہ ان کے حقوق و مراعات میں کسی قسم کی تبدیلی کی جائے گی، کوئی اُسقف (عیسائیوں کا بڑا مذہبی پیشوا) اپنے منصب سے برطرف نہ کیا جائے گا، اور نہ کوئی راہب اپنے راہب خانے سے نکالا جائے گا اور نہ کوئی پادری اپنے عہدے سے علاحدہ کیا جائے گا۔ یہ لوگ اپنی چھوٹی بڑی چیز سے اسی طرح فائدہ اٹھاتے رہیں گے جس طرح پہلے اٹھاتے رہے تھے۔ کسی مجسمے یا صلیب کو توڑا نہ جائے گا۔ نہ انھیں کسی پر ظلم کرنے کی اجازت ہوگی اور نہ ان پر کوئی ظلم کرے گا۔۔۔۔۔ یہ ضمانت انھیں خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف سے قیامت تک کے لئے دی جاتی ہے بشرطیکہ وہ کسی ظلم کا ارتکاب نہ کریں۔[23]"

تہذیبی اور ثقافتی آزادی:

آپ ﷺ نے اسلامی ریاست کے اندر مختلف مذاہب کے لوگوں کو جس قسم کی مذہبی، فکری، تہذیبی اور ثقافتی آزادی دی تھی اس کا اندازہ اس بات سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے انھیں شادی بیاہ، کھانے پینے اور مذہبی رسوم کی ادائگی میں کوئی قدغن نہیں لگائی۔ اگر کوئی غیر مسلم چار سے زیادہ بیویاں رکھتا یا محرمات سے نکاح کرتا یا دو بہنوں کو نکاح میں رکھتا جو ان کے مذہب میں جائز تھا تو آپ ﷺ اس سے کوئی سروکار نہیں رکھتے تھے، البتہ جب وہ اسلام قبول کرتا تو آپ ﷺ اسے اسلامی تعلیمات کا پابند بناتے۔ نوفل بن معاویہ مسلمان ہوئے تو اس کے پاس پانچ بیویاں تھیں، [24] قیس بن حارث اسدی مسلمان ہوئے تو اسکی آٹھ بیویاں تھیں[25]، غیلان بن اسلم ثقفی مسلمان ہوئے تو اسکے پاس دس بیویاں تھیں۔ آپ ﷺ نے انہیں چار چار بیویاں رکھنے اور باقیوں کو چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ [26] فیروز دیلمی مسلمان ہوئے تو اس کے نکاح میں دو بہنیں تھیں آپ ﷺ نے اسے ایک کو چھوڑنے کا حکم دیا۔[27] لوگ اپنے باپ کی دوسری بیوی (ماں کے علاوہ) سے شادی کرتے تھے، آپ ﷺ نے غیر مسلموں پر کوئی پابندی نہیں لگائی البتہ قرآن مجید نے مسلمانوں پر یہ نکاح حرام قرار دیا۔[28]

آپ ﷺ نے غیر مسلموں کے شراب پینے اور خنزیر کھانے کے بارے میں فرمایا: "شراب ان کے لئے ایسی ہے جیسے ہمارے لئے سرکہ اور خنزیر ان کے لئے ایسے ہے جیسے ہمارے لئے بکری [29]" مطلب کہ نہ ان کے شراب پینے پر پابندی، نہ اس کے بنانے اور کاروبار کرنے کرنے پر کوئی قدغن۔ اسی طرح ان کے لئے نہ خنزیر (یا اس طرح کے حرام جانور کے) کھانے پر پابندی نہ اس کے پالنے اور فروخت کرنے پر کوئی روک ٹوک۔ البتہ انہیں شراب اور خنزیر مسلمانوں کی بستی میں یا مسلمانوں کو بیچنے پر پابندی تھی۔

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا مختلف مذاہب کے لوگوں کے ساتھ جو رویہ رہا اس کا اندازہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں میری (Mery) کے عیسائی بطریق نے فارس کے اسقف شمعون کے نام جو خط لکھا تھا اس سے لگایا جاسکتا ہے:

"عرب جنھیں خدا نے دنیا کی حکومت عطا کی ہے، دینِ عیسوی پر حملہ نہیں کرتے بلکہ ہمارے معاون ہوتے ہیں، وہ ہمارے خدا اور ہمارے اولیاء کا احترام کرتے ہیں، اور ہمارے گرجاؤں، راہبوں اور راہب خانوں کو مالی عطیے دیتے ہیں، کسی مسلمان (چاہے وہ عام آدمی ہو، افسر ہو یا حکمران) کو اجازت نہیں کہ کسی غیر مسلم کی جائداد پر قبضہ کرے[30]"

"اقوامِ متحدہ نے ۱۹۴۸ء میں وہ چارٹر منظور کیا جسے یونیورسل ڈیکلریشن آف ہیومن رائٹس کہا جاتا ہے۔ اس کے آرٹیکل ۱۸ میں یہ کہا گیا ہے کہ:" ہر آدمی خیال، ضمیر، اور مذہب کی آزادی کا حق رکھتا ہے۔ اس حق میں یہ بھی شامل ہے کہ آدمی اپنے مذہب کو تبدیل کر سکے اور اپنے مذہب کا خفیہ یا اعلانیہ اظہار کر سکے یا دوسروں کو اس کی تعلیم دے، اقوام متحدہ کا یہ چارٹر بھی حقیقتاً اقوامِ متحدہ کا کارنامہ نہیں بلکہ وہ بھی اسی اسلامی انقلاب کی ایک دَین ہے جو اقوامِ متحدہ سے ایک ہزار سال سے بھی زیادہ پہلے ظہور میں آیا تھا۔ اسلام نے تاریخ میں پہلی بار شرک کے نظام کو ختم کیا جس نے انسان اور انسان کے درمیان فرق و امتیاز کا ذہن پیدا کر رکھا تھا۔ اسی غیر حقیقی تقسیم کا نتیجہ اونچ نیچ کا وہ سماج تھا جو تمام قدیم زمانوں میں مسلسل پایا جاتا رہا ہے۔ اسلام نے ایک طرف اس معاملہ میں انسانی ذہن کو بدلا ، دوسری طرف اس نے وسیع پیمانہ پر عملی انقلاب برپا کر کے انسانی آزادی اور انسانی احترام کا ایک نیا دور شروع کیا۔ یہ دور تاریخ میں مسلسل سفر کرتا رہا، یہاں تک کہ وہ یورپ میں داخل ہو گیا اور بڑھتے بڑھتے آخر کار آزادی اور جمہوریت کے جدید انقلاب کا سبب بنا۔ جدید یورپ کا جمہوری انقلاب اسی اسلامی انقلاب کا سیکیولر ایڈیشن ہے جو بہت پہلے ساتویں صدی عیسوی میں عرب میں برپا ہوا تھا[31]"

دوسروں کے مال، مالی وسائل اور سرزمین پر ناجائز طور پر قبضہ کرنا:

یہ ایک حقیقت ہے کہ مال انسانی زندگی کا سہارا ہے اور مالی وسائل مال کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ اگر کسی سے اس کا مال یا اس کے مالی وسائل چھینے جائیں یا ان پر ناجائز طور پر قبضہ کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس سے جینے کا حق چھینا جارہا ہے۔ اسی طرح ہر انسان، اور ہر قوم اپنی دھرتی سے فطری طور پر محبت کرتے ہیں اور اسے اپنے گھر کی طرح سمجھتے ہیں اگر اس پر ناجائز طور پر قبضہ کیا جائے یا ان کی آزادی اور خود مختاری سلب کی جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ان کے گھر پر قبضہ کر کے ان کی زندگی ان پر تنگ کی جارہی ہے یا ان کی آزادی اور خود مختاری ان سے چھینی جارہی ہے۔

ظاہر بات ہے کہ ایسی صورتحال انسان کے لئے موت اور حیاتی کا مسئلہ بن جاتی ہے ، ایسی صورتحال میں ایک خود دار انسان اور خوددار قوم کے لئے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں کہ غاصب سے لڑ کر اسے اپنے مال و ملک سے باہر دھکیل دے یا پھر جان دے دے ۔ اور ایک باوقار انسان ایسی صورتحال میں لڑنے اور مرنے کو ترجیح دے گا۔ جس کا نتیجہ خونریز لڑائی، زبردست تباہی، فتنہ وفساد کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔

صنعتی انقلاب کے بعد کی لڑایوں کا مقصد:

صنعتی انقلاب کے بعد اقوامِ عالم کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو گا کہ اب یہ لڑائیاں اکثر مذکورہ وجوہات کی بناء پر ہی ہو رہی ہیں۔ صنعت اور ٹیکنالوجی کے حوالے سے ترقی یافتہ ممالک خام مال حاصل کرنے، سستی اجرت پر مزدور حاصل کرنے اور اپنی مصنوعات کے لئے منڈیاں تلاش کرنے کے لئے انیسویں اور بیسویں صدی کے شروع میں غریب آفریکی ریاستوں، مشرق وسطیٰ کی ریاستوں، جنوبی ایشیا کی ریاستوں کو اپنی کالونیوں میں تبدیل کر دیا۔ ہوسِ ملک گیری اور توسیع پسندانہ ذہنیت بیسویں صدی میں دو عالم گیر لڑائیوں کا باعث بنی جس میں چھ کروڑ سے زائد لوگ قتل ہوئے، اور کروڑوں لوگ بھوک، بدحالی، بیماریوں اور بیروزگاری کا شکار ہوئے اور دنیا ایک عرصے تک کساد بازاری کا شکار رہی۔[32]

اقوامِ عالم نے پہلی عالمگیر لڑائی کی تباہ کاریوں کے بعد (League of Nations) اور اس کے ناکارہ ہونے کی وجہ سے دوسری عالمگیر لڑائی کے بعد (United Nations) کے نام سے ادارے بنائے تا کہ ان کے ذریعے دنیا میں امن و امان قائم کیا جائے لیکن اسلام نے چودہ سو سال پہلے امنِ عالم کے حوالے سے واضح ہدایات دی تھیں کہ کسی شخص کے مال، مالی وسائل یا قومی وسائل پر ناجائز طور پر قبضہ نہ کیا جائے ورنہ دھرتی پر فتنہ و فساد برپا ہو گا۔ اور خدا کو فساد پسند نہیں۔ چناچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلاَّ أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ[33] "

"اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر مت کھاؤ، سوائے اس کے کہ لین دین ہو تمہارے درمیان، ایک دوسرے کی رضامندی کے ساتھ"

لین دین چاہے دو افراد کے درمیان میں ہو یا دو ممالک کے مابین ہو۔ اور لین دین سے مراد یہ ہے کہ آپس میں منافع کا تبادلہ ہو جیسے تجارت، صنعت، کاروبار اور محنت وغیرہ میں ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ایک دوسرے کی دلی رضامندی کے ساتھ ہونا چاہیے، کسی پر کوئی دباؤ نہیں ہونا چاہیے۔ ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: لا يحل مال امرئ الا بطيب نفس منه" [34]کسی آدمی کا مال اس کی دل کی رضامندی کے بغیر کھانا حلال نہیں" اسلام نے اس حوالے سے اصول یہ بتایا کہ: لا تظلمون ولا تظلمون"[35] نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے" آپ ﷺ نے فرمایا: لا ضرر ولا ضرار " [36]نہ خود نقصان اٹھاؤ اور نہ کسی اور کو نقصان پہنچاؤ"

اس حوالے سے اسلام نے مسلمانوں کو ایک ایک کر کے وہ ذرائع بتا دیئے جن سے مال حاصل کرنا حرام ہے، جس کی پوری تفصیل قرآن و سنت میں موجود ہے۔

کسی کے ملک یا اس کے کسی حصے پر ناجائز قبضہ تو دور کی بات ہے اسلام تو بالشت کے برابر بھی کسی کی زمین پر ناجائز قبضے کی اجازت نہیں دیتا چنانچہ اسلام کے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: من أخذ شبراً من الأرض ظلماً طوقه يوم القيٰمةمن سبع أرضين لا يقبل منه صرف ولا عدل " [37]جس نے ایک بالشت کے برابر کسی کی زمین پر ناجائز طور پر قبضہ کیا تو قیامت کے دن تہ تک وہ زمین اس کی گردن پر لاد دی جائے گی اور نہ اس کی نفل عبادت خدا کے ہاں قبول ہو گی اور نہ فرض عبادت"

اسلام نے ہوسِ ملک گیری کی نیت سے کسی کے ملک پر قبضہ کرنے کو قطعی طور پر حرام ٹھرایا اور اپنے ماننے والوں کو ایسے ارادے سے بھی روک دیا، چنانچہ اسلام تبلیغ دین کا حکم دیتا ہے اور یہ ہر ایک مذہب والے کا حق مانتا ہے اور اس سلسلے میں جو بھی دینِ اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنے اور لوگوں کو ایک مذہب یا فکر پر مجبور کرے یا جبری طور پر اپنی تہذیب یا اپنا کلچر لوگوں پر نافذ کرے یا مسلمانوں کو ان کی دینی تعلیمات پر عمل کرنے سے روکے، اس کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیتا ہے لیکن جہاد کے سلسلے میں وضاحت کر دی کہ وہ محض "

اعلاء کلمۃ اللہ "یعنی خدا کی بات کو بلند کرنے کے لئے ہو، کسی کے ملک پر قبضہ کرنے یا ان کے وسائل پر تسلط حاصل کرنے یا کسی اور نیت سے نہ ہو، ورنہ وہ جہاد فی سبیل اللہ (اللہ کے راستے میں) نہیں ہوگا بلکہ فساد فی الارض (زمین پر فساد پھیلانے) کے لئے ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص مالِ غنیمت (جس میں مال و اسباب کے علاوہ خطۂ ارض بھی آجاتا ہے) کے لئے لڑتا ہے، کوئی ناموری اور شہرت کے لئے لڑتا ہے، کوئی اپنی بہادری کے جوہر دکھانے اور دوسروں پر اپنی دھاک بٹھانے کے لئے لڑتا ہے، اور کوئی قومی تعصب و حمیت کے لئے لڑتا ہے، ان میں کون سا اللہ کی راہ میں لڑتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله " [38] جو شخص اس مقصد کے لئے قتال کرتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو، وہی اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا ہے"

اور خدا کے کلمہ کو بلند کرنے کا مطلب ہے کہ خدا کے رحیمانہ دین کو لوگوں تک پہنچانا، دنیا سے ظلم کو مٹانا، عدل، انصاف اور سماجی مساوات کا نظام قائم کرنا، لوگوں کو مذہبی اور فکری حوالے سے آزادی دلانا، عوام الناس کے گردنوں کو ظالم، بے رحم، سفاک اور استحصالی قوتوں کے پنجے سے آزادی دلانا۔ اور یہ سب کچھ خدا کی رضا کے لئے ہو چنانچہ آپ ﷺ نے ایک اور روایت میں وضاحت فرمادی کہ جو کام خدا کی رضا کے لئے نہ کیا گیا ہو چاہے بظاہر وہ کتنا ہی عظیم ہو لیکن وہ خدا کے ہاں قبولیت کی سند حاصل نہیں کر پائے گا، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: ان الله لا يقبل من العمل الا ما كان له خالصاً وابتغى به وجهه الله " [39] خدا صرف وہی عمل قبول کرتا ہے جو خالصۃً اسی کے لئے ہوا ہو، اور اس کی رضامندی کے حصول کے لئے ہو"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلمانوں کی فوج نے ایک عیسائی کی فصل کو روند ڈالا، اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاں شکایت پیش کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی فصل کی قیمت دس ہزار درہم بیت المال سے ادا کر دی [40] یہ اس بات کی علامت ہے کہ مسلمانوں کے ہاں نہ کسی فرد کو اجازت ہے کہ کسی کو مالی نقصان دے اور نہ کسی ریاستی ادارے کو اجازت ہے کہ وہ کسی کا مالی نقصان کرے۔

اس لیے عالمی امن کے حوالے سے یہ ضروری ہے کہ کسی کے وسائل پر ناجائز تسلط حاصل نہ کیا جائے جیسے انیسویں اور بیسویں صدی میں غریب اور کمزور ممالک کے وسائل پر ناجائز طور پر قبضے کیے گئے، جس کے نتیجے میں خونریز لڑائیاں ہوئیں اور کروڑہا لوگوں کی جانیں ضایع ہوئیں، اور بدقسمتی سے آج بھی کسی نہ کسی صورت میں یہ سلسلہ جاری ہے۔

عدم مساوات:

جیسے کسی قوم یا گروہ کا رنگ، نسل، زبان، یا وطنیت کی بنیاد پر اپنے آپ کو برتر اور دوسروں کو کمتر سمجھنا اور پھر عملی طور پر دوسروں کے ساتھ امتیازی سلوک برتنا۔

امنِ عالم میں خلل ڈالنے والی تیسری اہم چیز انسانیت کے مابین عدم مساوات کا رویہ ہے۔ یہ ایک بہت بڑی گمراہی ہے جو دنیا میں ہمیشہ عالمگیر فساد کا موجب بنی رہی ہے۔ قدیم ترین زمانے سے لے کر آج تک ہر دور میں انسان بالعموم انسانیت کو نظر انداز کر کے اپنے گرد کچھ چھوٹے چھوٹے دائرے کھینچتا رہا ہے، جن کے اندر پیدا ہونے والوں کو اس نے اپنا اور باہر پیدا ہونے والوں کو غیر قرار دیا ہے۔ یہ دائرے کسی عقلی اور اخلاقی بنیاد پر نہیں بلکہ اتفاقی پیدائش کی بنیاد پر کھینچے گئے ہیں۔ کہیں ان کی بنا ایک خاندان، قبیلے یا نسل میں پیدا ہونا ہے اور کہیں ایک جغرافی خطے میں یا ایک خاص رنگ والی یا ایک خاص زبان بولنے والی قوم میں پیدا ہو جانا ہے۔ پھر ان بنیادوں پر اپنے اور

غیر کی جو تمیز قائم کی گئی ہے وہ صرف اس حد تک محدود نہیں رہی کہ جنھیں اس لحاظ سے اپنا قرار دیا گیا ہو، ان کے ساتھ غیروں کی بنسبت زیادہ محبت اور زیادہ تعاون ہو، بلکہ اس تمیز سے نفرت، عداوت، تحقیر و تذلیل اور ظلم و ستم کی بدترین شکلیں اختیار کی گئی ہیں۔ اس کے لئے فلسفے گھڑے گئے ہیں، مذہب ایجاد کیے گئے ہیں، قوانین بنائے گئے ہیں، اخلاقی اصول وضع کیے گئے ہیں، قوموں اور سلطنتوں نے اس کو اپنا مستقل مسلک بنا کر صدیوں اس پر عملدرآمد کیا ہے۔[41]

ہندوؤں کی سوچ کے مطابق آریا نسل دنیائے انسانیت پر ایسی برتری رکھتی ہے کہ دنیا کا کوئی انسان اس کا مقابلہ یا برابری نہیں کر سکتا، اسی اصول پر انہوں نے سماج کو طبقات میں تقسیم کر دیا، برہمن، کھشتری، ویش، شودر۔ برہمن کی باقی سارے طبقات پر بالادستی قائم کی گئی اور غیر برہمن شودروں کو انتہائی گھٹیا اور پیچ مقام دیا گیا۔ یونان کے دانشور ارسطو جو بہت بڑے فلسفی تھے، جس کی عقلی و فکری امامت کا مغرب و مشرق کو اعتراف ہے، نے اصول وضع کیا تھا کہ قدرت نے یونانیوں کو ریاست و اقتدار کے لئے پیدا کیا ہے اور غیر یونانیوں کو غلامی کے لئے۔ اور پھر یونانیوں نے اسی اصول کو اپنایا، اپنے لیے الگ قانون بنائے اور غیر یونانیوں کے لیے الگ۔ یونانیوں کے بعد رومن امپائر نے بھی اسی اصول کو اپنایا۔ رومیوں نے جب قانون بنائے تو پوری نسلِ انسانی کو دو طبقوں میں تقسیم کیا، ایک رومن دوسرے غیر رومن۔ غیر رومن کو انہوں نے بربری یا غیر مہذب قرار دیا اور ان کے لئے ایک الگ قانون مرتب کیا، جسے انگلش میں (Law of Nations) کہتے ہیں، جس کا مطلب تھا غیر رومیوں کا قانون۔ انہوں نے اپنے امور نمٹانے کے لیے الگ قانون وضع کیا ہوا تھا۔ یورپ کا موجودہ نظام جس کی اصل فکری بنیادیں یونانیوں کے تصورات پر قائم ہیں، پھر جس پر رومیوں کے مادہ پرستانہ تصورات اور شہنشاہیت زدہ اداروں نے بڑا گہرا اثر ڈالا وہ بھی اسی طبقاتی اور غیر مساویانہ نظام پر قائم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج جو نظام وہ دنیا کو دے رہے ہیں اور چلا رہے ہیں، اس میں مغرب کی چار بڑی طاقتوں کی بالادستی قائم ہے، اقوامِ متحدہ کا فیصلہ کن ادارہ سلامتی کونسل ہے جس میں پانچ مستقل ارکان کو فیصلہ کن اہمیت حاصل ہے، پوری دنیا کے دو سو سے زائد ممالک ایک طرف ہوں اور ان پانچ میں سے صرف ایک ملک بلکہ اس ملک کا ایک شخص جب چاہے پوری دنیا کے متفقہ فیصلے کو (ویٹو پاور استعمال کر کے) مسترد کر سکتا ہے۔[42]

یہودیوں نے اسی بنا پر بنی اسرائیل کو خدا کی چیدہ مخلوق ٹھرایا اور اپنے مذہبی احکام تک میں غیر اسرائیلیوں کے حقوق اور مرتبے کو اسرائیلیوں سے فروتر رکھا۔ کالے اور گورے کی تمیز نے افریقہ اور امریکہ میں سیاہ فام لوگوں پر جو ظلم ڈھائے ان کو تاریخ کے صفحات میں تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔[43] جنوبی افریقہ میں گوروں کی اقلیت کالوں کی اکثریت پر نہ صرف حکومت کرتی رہی بلکہ انہوں نے 1948ع میں کالوں کے خلاف امتیازی قوانین بھی بنائے، جنہیں وہاں کی زبان میں اپارتھیڈ کا نظام کہا جاتا ہے۔ کالوں نے نسلی امتیاز کے خلاف تحریک چلائی تو ان کے قائدین کو جیل بھیج دیا گیا، جن میں نیلسن منڈیلا بھی شامل تھے۔ اور ان کی سیاسی تنظیم افریقن نیشنل کانگریس (A-N-C) کو غیر قانونی قرار دے دیا گیا، یہاں تک کہ نیلسن منڈیلا کو 27 سال جیل میں رکھنے کے بعد 1990 میں رہا کیا گیا اور اس کی تنظیم کو بحال کیا گیا۔[44]

یورپ کے لوگوں نے برِ اعظم امریکہ میں گھس کر ریڈ انڈین نسل کے ساتھ جو سلوک کیا اور ایشیا اور افریقہ کی کمزور قوموں پر اپنا تسلط قائم کر کے جو برتاؤ ان کے ساتھ کیا اس کی تہ میں یہی تصور کار فرما رہا کہ اپنے وطن، اپنی نسل اور اپنی قوم کی حدود سے باہر پیدا ہونے والوں کی جان، مال اور آبرو ان پر مباح ہے، اور انہیں حق پہنچتا ہے کہ ان کو لوٹیں، غلام بنائیں، اور ضرورت پڑے تو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں۔

مغربی اقوام کی قوم پرستی نے ایک قوم کو دوسری قوموں کے لئے جس طرح بے رحم بنا کر رکھ دیا ہے اس کی بدترین مثالیں بیسویں صدی کی دو عالمگیر لڑائیوں میں دیکھی جا چکی ہیں، ان لڑائیوں میں جہاں ہوسِ ملک گیری کار فرما تھی وہاں قومی برتری کا جذبہ بھی نمایاں تھا، خاص طور پر نازی جرمنی کا فلسفۂ نسلیت اور نارڈک نسل کی برتری کا تصور جنگِ عظیم دوم میں جو کرشمے دکھا چکا ہے، انہیں نگاہ میں رکھا جائے تو آدمی بآسانی یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ انسانوں کے درمیان اونچ نیچ یا عدم مساوات کی سوچ کتنی بُری اور تباہ کن سوچ ہے۔[45]

اسلام کی نظر میں انسانوں کے درمیان مذکورہ بنیادوں پر عدم مساوات کا رویہ نہایت غیر معقول، ظالمانہ، بے رحمانہ اور امنِ عالم کی تباہی وفساد کا باعث ہے۔ کیونکہ اس قسم کے رویے سے طاقت ور گروہ کو بے پناہ اختیارات حاصل ہو جاتے ہیں اور کمزور ترین ہر قسم کے حقوق سے محروم ہو جاتے ہیں۔ مصر کے ظالم بادشاہ فرعون کے ذکر میں اللہ تعالی نے فرمایا:

"إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاءهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءهُمْ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ" [46]

یقیناً فرعون زمین پر سرکش ہو گیا تھا اور اس نے وہاں کے لوگوں کے کئی گروہ بنا رکھے تھے۔ ان میں سے ایک گروہ کو کمزور بنا رکھا تھا کہ ان کے لڑکوں کو ذبح کر ڈالتا تھا اور اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ یقیناً وہ تھا ہی فساد پھیلانے والوں میں سے"

مصر میں فرعون نے اپنے آپ کو اور اپنی قوم کو بالا دست بنا رکھا تھا اور بنی اسرائیل قوم کو کمزور بنایا ہوا تھا اور ان کے بیٹوں کو ذبح کرا دیتا تھا۔ فرعون کے اس کردار کو اللہ تعالی نے فساد قرار دیا اور فرعون کو فساد پھیلانے والا کہا۔ اس لیے اسلام کی نظر میں ہر وہ نظام (خواہ ملکی ہو یا بین الاقوامی) جو انسانوں کے درمیان مساوات کی بجائے درجہ بندی پر ایمان رکھتا ہو، جہاں دولتمند اور بااثر لوگ ہی حقوق ومراعات سے متمتع ہوتے ہوں اور باقی لوگ ثانوی حیثیت رکھتے ہوں فرعونی نظام ہے۔[47]

اسلامی تعلیمات کے مطابق تمام انسانوں کا خالق ایک ہے، اسی نے سارے انسانوں کو ایک مرد اور ایک عورت یعنی حضرت آدم وحوا علیہما السلام سے پیدا کیا ہے، پھر ان کی نسل کو دنیا میں پھیلا دیا۔ مختلف علاقوں اور آب ہواؤں میں رہنے کی وجہ سے ان کے رنگ، زبانیں اور نسلیں مختلف ہوئیں۔ لیکن چونکہ ان کے والدین ایک ہی ہیں، اس لئے تمام انسان اپنی اصلیت کے اعتبار سے برابر ہیں۔ رنگ، نسل ،زبان، اور وطنیت یہ ساری چیزیں برائے تعارف ہیں۔ انسان کی فضیلت اور برتری کا معیار یہ چیزیں نہیں ہو سکتیں، اس لیے کہ کسی خاندان، رنگ، نسل یا خاص وطن میں پیدا ہونا کسی انسان کی قدرت واختیار میں نہیں ہے، جبکہ فضیلت اور برتری کا معیار کوئی کسبی چیز ہونی چاہیئے، جیسے ایمان، اخلاق، کردار، وپرہیز گاری وغیرہ، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

" يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيرًا وَنِسَاء"[48]

اے انسانو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کا جوڑا (بیوی کو) پیدا کیا، پھر ان دونوں سے بہت سارے مردوں اور عورتوں کو پھیلا دیا"

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

" يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ"[49]

اے انسانو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہے"

مطلب کہ انسان اور انسان کے درمیان فضیلت اور برتری کی بنیاد اگر کوئی ہو سکتی ہے تو وہ صرف اخلاق و کردار کی فضیلت ہے۔ اچھے کردار والا شخص خواہ کسی نسل، کسی قوم اور ملک سے تعلق رکھتا ہو، اپنی ذاتی خوبی کی بنا پر قابلِ قدر ہے اور جس کا حال اس کے برعکس ہو وہ بہر حال ایک کمتر درجے کا انسان ہے، چاہے وہ کالا ہو یا گورا، چاہے وہ مشرق میں پیدا ہوا ہو یا مغرب میں۔[50]

نبی کریم ﷺ نے اسی بات کو اپنے مختلف خطبات اور ارشادات میں کھول کر بیان کیا۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

يآ أيها الناس ان الله قد اذهب عنكم عُبِّية الجاهلية وتعاظمها بآباءها، فالناس رجلان رجل بر تقى كريم على الله وفاجر شقى هين على الله، والناس بنو آدم وخلق الله آدم من التراب[51]

"اے لوگو! بیشک خدا نے تم سے جاہلیت کا تکبر اور اپنی نسل پر فخر کرنے کے عیب کو دور کر دیا ہے۔ یاد رکھو! تمام انسان بس دو ہی حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ ایک نیک اور پرہیزگار، اللہ کے ہاں عزت کے لائق۔ دوسرا فاجر اور شقی، اللہ کے ہاں ذلت اور رسوائی کا حقدار۔ اور سارے انسان آدم کی اولاد ہیں اور اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔"

حجۃ الوداع کے موقع پر ایک خطبے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

يآ أيها الناس !ان ربكم واحد ، لا فضل لعربى على عجمى ولا لعجمى على عربى ولا لأ سود على أحمر ولا لأحمر على أسود الابالتقوى، ان أكرمكم عند الله أتقاكم،ألاهل بلغت ؟ قالو بلى يا رسول الله! قال فليبغ الشاهد الغائب[52]

"لوگو! خبردار رہو، تم سب کا خدا ایک ہے۔ کسی عرب کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عرب پر اور کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت نہیں ہے مگر تقویٰ کے اعتبار سے، اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ بتاؤ، میں نے تمھیں بات پہنچادی؟ لوگوں نے عرض کیا: ہاں یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا تو جو موجود ہے وہ ان لوگوں تک یہ بات پہنچادے جو موجود نہیں ہیں"

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

ان الله لا يسئلكم عن أحسابكم ولا عن أنسابكم يوم القيامة، ان أكر مكم عندالله أتقٰكم۔"[53]

اللہ قیامت کے دن تمہارا حسب و نسب نہیں پوچھے گا، اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔"

ایک اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

ان الله لا ينظر الى صوركم و اموالكم ولكن انما ينظرالى أعمالكم و قلوبكم"[54]

اللہ تمہاری صورتیں اور تمہارے مال نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔"

آنحضرت ﷺ کے دور میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اے کالی کے بیٹے! کہہ کر پکارا اس پر آپ ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا: يا أباذر أعيرته بأمه؟ انک امرؤ فيک جاهلية"[55] اے ابوذر! تم نے اسے (کالی کا بیٹا کہہ کر) ماں کا طعنہ دیا ہے؟ تم ایسے آدمی ہو جس کے اندر ابھی تک جاہلیت موجود ہے" آپ ﷺ نے نہ صرف انسانی مساوات کی نظریاتی طور پر تعلیم دی تھی بلکہ عملی طور پر انسانی مساوات کا نظام بھی نافذ کیا تھا، آپ ﷺ کی مجلس میں فارس کے سلمان بھی تھے تو روم کے صہیب بھی، حبش کے بلال بھی تھے تو یمن کے ابوہریرہ بھی، قریش کے ابو بکر صدیق بھی تھے تو قومِ یہود کے عبد اللہ بن سلام بھی (رضی اللہ عنھم)، اور ان میں سے کسی کو کسی پر رنگ، نسل، زبان یا وطنیت کی بنیاد پر کوئی فضیلت و برتری نہیں تھی۔ اسی طرح آپ ﷺ کی اسلامی ریاست میں عدالتی قانون میں اپنے اور پرائے کا کوئی فرق نہیں تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں مصر کے گورنر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے ایک قبطی کو ناحق کوڑے سے مارا تھا ،اس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے شکایت کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے گورنر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور اس کے بیٹے کو منگایا، جرم ثابت ہونے پر آپ نے کوڑا قبطی کے ہاتھ میں دے کر اسے کہا: شریف زادے کو اتنے کوڑے لگاؤ جتنے اس نے تمہیں مارے تھے، اور پھر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: متى استعبدتم الناس وقد ولدتهم أمهاتهم أحرارا"[56] کب سے تم لوگوں نے لوگوں کو غلام بنانا شروع کیا ہے جب کہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا ہے"

حضورِ اکرم ﷺ کے ہاں نسلی عصبیت سے پاک معاہدے کی اہمیت:

آپ ﷺ کے ہاں عصبیت سے پاک معاہدے کی جو اہمیت تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ؛ اسلام سے 20 سال قبل قریش کے چند قبائل نے مل کر آپس میں یہ عہد و پیمان کیا تھا کہ مکہ میں جو بھی مظلوم نظر آئے گا۔ خواہ مکے کا رہنے والا ہو یا کہیں اور کا یہ سب اس کی مدد و حمایت میں اٹھ کھڑے ہوں گے اور اس کا حق دلوا کر رہیں گے۔ اس اجتماع میں رسول اللہ ﷺ بھی تشریف فرما تھے اور بعد میں شرفِ رسالت سے مشرف ہونے کے بعد فرمایا کرتے تھے؛"میں عبد اللہ بن جدعان کے مکان پر ایک ایسے معاہدے میں شریک تھا کہ مجھے اس کے عوض سرخ اونٹ بھی پسند نہیں اور اگر دورِ اسلام میں اس عہد و پیمان کے لئے مجھے بلایا جاتا تو میں لبیک کہتا" ۔[57] یہ معاہدہ "حلف الفضول" کے نام سے مشہور ہے۔ اس معاہدے کو آپ ﷺ اس لئے اہمیت دیتے تھے کہ اس میں رنگ، نسل، زبان، وطن اور مذہب جیسی عصبیت کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی، بلکہ یہ انسانی بنیاد پر ایک معاہدہ تھا، اس لیے آپ ﷺ مادی مفاد کے مقابلے میں عدل، انصاف، امن و امان پر مبنی معاہدے کو پسند کرتے تھے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام کی نظر میں دنیا میں قیام عدل و انصاف، اور امن و امان کی کتنی اہمیت ہے۔

اسی طرح مذکورہ بحث سے یہ بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام عالمی امن کے قیام کے لئے کس طرح ان اسباب کی بیخ کنی کرتا ہے جو امنِ عالم میں رخنہ ڈالنے کا باعث بنتے ہیں۔

خلاصہ:

امنِ عالم کا مسئلہ آج کی گلوبل ولیج دنیا کی اشد ضرورت ہے، کیونکہ طاقتور اقوام نے جو تباہ کن ہتھیار بنا رکھے ہیں فساد کی صورت میں وہ دنیا کو برباد کر کہ رکھ دیں گے۔ اس لئے وقت کی ضرورت ہے کہ مشترکات پر عمل کیا جائے، تہذیبوں کے مابین تصادم کی حد تک پہنچنے کے بجائے اختلافی معاملات کو افہام و تفہیم کے ذریعے حل کیا جائے تا کہ انسانیت ایک دوسرے کے علم، صنعت اور ٹیکنالاجی سے فائدہ اٹھا کر پر سکون زندگی گذار سکے اور فساد، بگاڑ، تباہی و بربادی سے محفوظ رہ سکے۔ اس سلسلے میں یہ بات نہایت اہم ہے کہ سارے لوگوں کے ساتھ بنیادی انسانی حقوق میں مساویانہ رویہ رکھا جائے جیسا کہ خطبۂ حجۃ الوداع اور اقوامِ متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر میں دیے گئے ہیں اور امنِ عالم میں خلل ڈالنے والے اسباب کا خاتمہ کیا جائے۔

امنِ عالم میں خلل ڈالنے والے بنیادی اور اہم اسباب یہ ہیں:

۱۔ اپنا عقیدہ، مذہب، نظامِ فکر، سیاسی و معاشی پالیسیاں، اپنی تہذیب اور اپنا کلچر دوسروں پر جبری طور پر مسلط کرنا۔

۲۔ دوسروں کے مال، معاشی وسائل اور سرزمین پر ناجائز طور پر قبضہ کرنا۔

۳۔ عدمِ مساوات: مثلاً کسی قوم یا گروہ کا رنگ، نسل، زبان یا وطنیت کے بنیاد پر اپنے آپ کو برتر اور دوسروں کو کمتر سمجھنا اور پھر عملی طور پر ان کے ساتھ امتیازی سلوک (Discrimination) برتنا۔

اس لئے وقت کی ضرورت ہے کہ اس قسم کے امتیازی رویوں کو اقوامِ عالم سے ختم کیا جائے۔

مذکورہ بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ہی وہ پہلا دین ہے جس نے اس قسم کے امتیازی رویوں کو انسانیت کے خلاف اور عالمی فساد کا باعث قرار دیا۔ اور اسلام نے عملی طور پر ایسا عدل، انصاف اور رواداری پر مبنی نظام دیا جس نے لوگوں کو عزت، احترام اور مساوات کا ماحول فراہم کیا، جس میں ہر کوئی اپنے مذہب، اپنی روایات، اپنی ثقافت اور اپنی تہذیب پر عمل کرتے ہوئے انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے اپنا کردار ادا کرتا رہا۔

حوالہ جات

1. Samuel P. Huntington, *The Clash of Civilizations* (New York: Simon & Schuster, 1996), 158.
2. ‘Abd al-Mājid Daryābādī, *Tafsīr-e-Mājidī* (Karachi: Tāj Company, n.d.), 82.
3. Al-Qur’ān, Yūnus 10:25.
4. Al-Qur’ān, al-Mā’idah 5:16.
5. Al-Qur’ān, al-Nisā’ 4:128.
6. Al-Qur’ān, al-Baqarah 2:205.
7. Al-Qur’ān, al-Baqarah 2:60.
8. Abū ‘Abd al-Raḥmān Aḥmad ibn Shu‘ayb al-Nasā’ī, *Sunan al-Nasā’ī* (Riyadh: Dār al-Salām, 1999), Ḥadīth no. 4998.
9. ‘Abd al-Mājid Daryābādī, *Tafsīr-e-Mājidī* (Lahore: Tāj Company, n.d.), 85.
10. Al-Qur’ān, al-Baqarah 2:217.
11. Waḥīd al-Dīn Khān, *Islām Daur-e-Jadīd kā Khāliq* (Karachi: Faẓlī Sons, 1990), 104–105.
12. Waḥīd al-Dīn Khān, *‘Ilm-e-Jadīd kā Challenge* (Karachi: Shakeel Printing Press, 1992), 204.
13. Ṣafī al-Raḥmān Mubārakpūrī, *Al-Raḥīq al-Makhtūm* (Lahore: al-Maktabah al-Salafiyyah, 2003), 466; Abū Muḥammad ‘Abd al-Malik Ibn Hishām, *Al-Sīrah al-Nabawiyyah*, trans. Quṭb al-Dīn Aḥmad Maḥmūdī (Lahore: Islāmī Kutub Khānah, n.d.), 3:105.
14. Al-Qur’ān, al-Baqarah 2:256.

15. Al-Qur’ān, al-Kahf 18:29.
16. Al-Qur’ān, al-Kāfirūn 109:6.
17. Al-Qur’ān, Yūnus 10:99.
18. Al-Qur’ān, al-An‘ām 6:108.
19. Ibn Hishām, *Al-Sīrah al-Nabawiyyah,* 2:116–123.
20. Sulaymān ibn Ash‘ath Abū Dāwūd, *Sunan Abī Dāwūd* (Riyadh: Dār al-Salām, 1999), Ḥadīth no. 3052, 447.
21. Muḥammad ibn Ismā‘īl al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Riyadh: Dār al-Salām, 1999), 527, Ḥadīth no. 3166; Muḥammad ibn Yazīd Ibn Mājah, *Sunan Ibn Mājah* (Riyadh: Dār al-Salām, 1999), 387, Ḥadīth no. 2687.
22. Muḥammad Ṭāhir Maḥmūd Ashrafī, *Rawādārī Sīrat-e-Ṭayyibah kī Roshni meṅ* (Lahore: ‘Umar Publications, 2000), 24.
23. Abū Yūsuf, *Kitāb al-Kharāj* (Beirut: Dār al-Ma‘rifah, n.d.), 72–73; Sayyid Amīr ‘Alī, *Rūḥ-e-Islām,* trans. Muḥammad Hādī Ḥusayn (Lahore: Idārah Thaqāfat-e-Islāmiyyah, 2010), 424–425.
24. Muḥammad ibn ‘Abd Allāh al-Khaṭīb, *Mishkāt al-Maṣābīḥ* (Karachi: Qadīmī Kutub Khānah, 1368 AH), 274.
25. Sulaymān ibn Ash‘ath Abū Dāwūd, *Sunan Abī Dāwūd*, Ḥadīth no. 2241, 324.
26. Abū ‘Īsā Muḥammad ibn ‘Īsā al-Tirmidhī, *Jāmi‘ al-Tirmidhī* (Riyadh: Dār al-Salām, 1999), 273, Ḥadīth no. 1128; Ibn Mājah, *Sunan Ibn Mājah*, 279, Ḥadīth no. 1953.
27. Al-Tirmidhī, *Jāmi‘ al-Tirmidhī,* 273, Ḥadīth no. 1129.
28. Al-Qur’ān, al-Nisā’ 4:22.
29. ‘Abd al-Raḥmān ibn Muḥammad al-Kulībūlī, *Majma‘ al-Anhur fī Sharḥ Multaqā al-Abḥur* (Beirut: Dār al-Kutub al-‘Arabiyyah, 1998), 4:111.
30. Sayyid Amīr ‘Alī, *Rūḥ-e-Islām*, 426.
31. Waḥīd al-Dīn Khān, *Islām Daur-e-Jadīd kā Khāliq* (Karachi: Faẓlī Sons, 1990), 111.
32. Walter T. Wallbank et al., *History and Life* (Chicago: Scott Foresman & Co., 1993).
33. Al-Qur’ān, al-Nisā’ 4:29.
34. Muḥammad ibn ‘Abd Allāh al-Khaṭīb, *Mishkāt al-Maṣābīḥ* (Karachi: Qadīmī Kutub Khānah, n.d.), 1:255.
35. Al-Qur’ān, al-Baqarah 2:279.
36. Ibn Mājah, *Sunan Ibn Mājah*, 335, Ḥadīth no. 2341.
37. Aḥmad ibn Muḥammad Ibn Ḥajar al-Haythamī, *Al-Zawājir ‘an Iqtirāf al-Kabā’ir* (Beirut: Dār al-Ma‘rifah, n.d.), 1:261.
38. Al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī,* 466, Ḥadīth no. 2810; Muḥammad ibn ‘Alī al-Shawkānī, *Nayl al-Awṭār* (Beirut: Dār al-Jīl, 1973), 7:226.
39. Al-Shawkānī, *Nayl al-Awṭār,* 7:227.
40. Shiblī Nu‘mānī, *Al-Fārūq* (Karachi: Dār al-Ishā‘at, 1991), 283.
41. Sayyid Abū al-A‘lā Maudūdī, *Tafhīm al-Qur’ān* (Lahore: Idārah Tarjumān al-Qur’ān, 2013), 5:96.
42. Maḥmūd Aḥmad Ghāzī, *Islām aur Maghrib Ta‘alluqāt* (Karachi: Dār al-‘Ilm wa al-Taḥqīq, 2012), 15–16.
43. Maudūdī, *Tafhīm al-Qur’ān*, 5:96.
44. Walter T. Wallbank et al., *History and Life* (Chicago: Scott Foresman & Co., 1993), 572.
45. Maudūdī, *Tafhīm al-Qur’ān*, 5:96.

46. Al-Qur’ān, al-Qaṣaṣ 28:4.
47. Maḥmūd Aḥmad Ghāzī, *Islām aur Maghrib Ta‘alluqāt*, 20.
48. Al-Qur’ān, al-Nisā’ 4:1.
49. Al-Qur’ān, al-Ḥujurāt 49:13.
50. Sayyid Abū al-A‘lā Maudūdī, *Tafhīm al-Qur’ān*, 5:97.
51. Abū ‘Īsā Muḥammad ibn ‘Īsā al-Tirmidhī, *Jāmi‘ al-Tirmidhī* (Riyadh: Dār al-Salām, 1999), Ḥadīth no. 3270.
52. Aḥmad ibn Ḥanbal, *Musnad Aḥmad*.
53. Ibn Jarīr al-Ṭabarī, cited in Maudūdī, *Tafhīm al-Qur’ān*, 5:98.
54. Ibn Mājah, *Sunan Ibn Mājah*, 604, Ḥadīth no. 4143.
55. Muḥammad ibn Ismā‘īl al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Riyadh: Dār al-Salām, 1999), 8, Ḥadīth no. 30.
56. ‘Abd al-Raḥmān ibn ‘Abd Allāh al-Miṣrī, *Futūḥ Miṣr wa Akhbāruhā* (Beirut: Dār al-Fikr, 1996), 183.
57. Ṣafī al-Raḥmān Mubārakpūrī, *Al-Raḥīq al-Makhtūm*, 90; Abū al-Fidā’ Ismā‘īl ibn ‘Umar Ibn Kathīr, *Al-Bidāyah wa al-Nihāyah* (Cairo: Dār Abī Ḥayyān, 1996), 2:375–376.